دعائے خلیل ونویدِ مسیحا

جزوی استفادہ: ''محبوبِ خدا'' از مفکرِ احرار چودھری افضل حق ؒ

ابوسفیان تائبؔ

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تُو تنہا داری

سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رفعِ آسمانی کو تقریباً پونے چھے سو برس کا عرصہ گزر چکا تھا۔ دنیا بداعمالیوں کا ظلمت کدہ بنی ہوئی تھی۔ کفر وشرک کی کالی گھٹائیں ہر طرف چھائی ہوئی تھیں۔ انسانیت ظلم واستبداد کے خونی پنجوں میں جکڑی ہوئی تڑپ رہی تھی، کراہ رہی تھی۔ شرافت وغیرت دیوثی کی اتھاہ گہرائیوں میں دفن ہو چکی تھی۔ عصیاں کی بجلیاں آسمان پر کوندتی تھیں۔ نیکی نفس کی طغیانیوں میں گھری ہوئی تھر تھر کانپ رہی تھی۔ کہ خالق ارض وسما کو بلکتی ہوئی انسانیت پر رحم آیا اور ۹ ربیع الاوّل، ۲۰ اپریل ۵۷۱ء دوشنبہ کی مبارک صبح دعائے خلیل علیہ السلام کی قبولیت کی مبارک و مقدس ساعت آن پہنچی۔ ملائکہ آسمان پر سرگوشیوں میں مصروف تھے کہ آج نویدِ مسیحا حُسنِ مجسم بن کر دنیا میں ظاہر ہوگی۔ حوریں جنت میں تزئینِ حُسن کیے بیٹھی تھیں کہ آج صبح کائنات کا غازہ نمودار ہوگا، جس کے عالمِ وجود میں آتے ہی شرک اور کفر کی ظلمت چھٹ جائے گی۔ وحدانیت کا آفتاب طلوع ہوگا۔ لوگ اپنے پروردگار کو پہچان جائیں گے۔ نسل اور خون کے امتیاز کی لعنت مٹ جائے گی۔ غلام اور آقا ایک ہو جائیں گے۔ چمنستانِ عالم کے مرجھائے ہوئے غنچے خوشی سے کھل اٹھے۔ کلیاں مسکرانے لگیں۔ یومِ دوشنبہ بی بی آمنہ کے بطن سے وہ لعلِ جہاں تاب پیدا ہوا جس نے کائنات کے گوشے گوشے کو نورِ ہدایت سے منور کر دیا اور سسکتی ہوئی انسانیت کو اپنی ردائے رحمت سے ڈھانپ لیا۔

عبداللہ کا بیٹا، آمنہ کا جایا دونوں جہانوں کے لیے رحمت بن کر آیا۔ کفر سجدہ میں گر گیا۔ ادیان باطلہ کی نبضیں چھوٹ گئیں۔ کائنات کی خوابیدہ قوتیں بیدار ہو کر مصروفِ عمل ہو گئیں۔ دنیا پر ترقی کے مستقل دروازے کھل گئے۔ انسانیت کی تعمیر اخوت ومساوات کی خوشگوار بنیادوں پر شروع ہوئی۔ متلاشیانِ حق کو ایسا عرفانِ الٰہی عطا ہوا کہ ماسویٰ اللہ کا خوف خود بخود دل سے جاتا رہا۔

مشرکین مکہ کو رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ کردار اور بے مثال حسنِ اخلاق کا مظاہرہ دیکھتے ہوئے جب پینتیس سال گزر گئے تو سردارِ دوجہاں کو غارِ حرا کی تاریکیوں میں نور کی جھلک دکھائی دینے لگی۔ آپ کے خواب اور الہام سچے ہونے لگے۔ پانچ برس تک یہی کیفیت رہی۔ مگر آپ کی روح مزید رفعت چاہتی تھی۔ وہ جوہرِ قابل براہِ راست اپنے خالق و مالک سے اکتسابِ علم کی صلاحیت رکھتا تھا۔ اس لیے عمر کے اکتالیسویں سال ۶۱۰ء کو خدا کا پیغامبر فرشتہ حضرت

جبرائیل علیہ السلام دنیا میں خدا کے آخری نبی ورسول کی طرف غارِحرا میں خدا کا پیغام لے کر آیا۔

اتر کر حرا سے وہ سوئے قوم آیا
اور اِک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

وہ پیغام' وہ نسخۂ کیمیا، وہ کتابِ مبین جو ھُدًی لِلنَّاس ہے۔ جونہی خالق ارض وسما کی طرف سے رازِ محبت کو واشگاف بیان کرنے کا جانفزا حکم پایا۔ آپ کوہِ صفا کی چوٹی پر چڑھ کر پکارے۔ **یا ایھا الناس قولو لاالہ الا اللہ تفلحون**۔ وہ لوگ جنھوں نے رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس آواز پر سب سے پہلے لبیک کہا اور سابقون الاوّلون کہلائے۔ جہاں ان میں یارِ غار ومزار سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، ذوالنورین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ، دامادِ رسول سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جیسے خاندان قریش کے معزز چشم وچراغ شامل تھے وہاں یمن سے آئے ہوئے غریب ومسکین خاندان کے فرد حضرت عمّار بن یاسر رضی اللہ عنہ، بکتے بکاتے غلام حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ اور اور حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ جیسے غریب الدیار لوگ بھی تھے۔ ان قدسی صفات عاشقانِ رسول کو اسلام لانے کی پاداش میں سخت ترین اذیتیں دی گئیں مگر دشمنانِ دین یہ نہیں جانتے تھے کہ تشدد سے اُس محبوبِ حقیقی کی آتشِ عشق اور تیز ہوجاتی ہے۔ لاکھوں مصیبتیں جھیل کر بھی اُن مقدس ہستیوں نے دامنِ رحمت سے جدا ہونا گوارا نہ کیا۔

اصحاب رسول کی مقدس جماعت میں جوں جوں اضافہ ہوتا رہا۔ اہل مکہ کا ظلم وستم اسی قدر بڑھتا رہا۔ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں کی مسلسل ایذا رسانیوں کی وجہ سے مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا۔ مومنین گھر بار، مال واسباب سب کچھ قربان کر کے صرف دولتِ ایمان ساتھ لے کر مدینہ پہنچے۔ انصارِ مدینہ نے باوجود تنگدستی کے مہاجرین کے ساتھ اخوت ومحبت کا وہ سلوک کیا جس کی مثال دنیا میں موجود نہیں ہے۔

مہاجرین وانصار کا یہ مقدس قافلہ سالارِ قافلہ کی رہنمائی میں بدر، احد اور خندق کی آزمائش کی بھٹیوں سے کندن بن کر نکلا اور ہجرت کے آٹھ سال بعد دس ہزار کے لشکرِ جرار کی صورت میں فتح ونصرت کے پھریرے اڑاتا ہوا اُسی شہر مکہ میں داخل ہوا جہاں سے انھیں نکالا گیا تھا۔ فاتح کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوتے وقت بھی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سراپائے رحمت بنے ہوئے تھے۔ شہر میں داخل ہوتے وقت رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ ہتھیار ڈال دینے والوں سے تعرض نہ کیا جائے۔ جو بھاگ نکلے اس کا تعاقب نہ کیا جائے۔ زخمی اور اسیر کو قتل نہ کیا جائے۔ جو گھر میں بیٹھ رہے یا کعبہ میں پناہ گزیں ہو اسے مارا نہ جائے۔ جو ابوسفیان اور حکیم بن حزام کے گھر میں داخل ہو وہ بھی مامون سمجھا جائے۔ اللہ کے لاڈلے محبوب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اس فتح عظیم پر اپنے معبود کے احسان میں سر جھکائے سورۂ فتح کی تلاوت فرماتے ہوئے بیت اللہ میں داخل ہوئے۔ جہاں بت خدائی کرتے تھے۔ کعبہ کے گوشہ گوشہ میں نعرہ ہائے تکبیر گونج اٹھے اور سرزمین حرم بتوں سے ہمیشہ کے لیے پاک کردی گئی۔

فتح مکہ کے بعد دو سال کے ہی مختصر عرصہ میں اسلام نے پورے عرب پر غلبہ پالیا۔ انصار ومہاجرین محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ بے باک اور جیالے سپاہی تھے جن کی تلواریں کفر کی گردن سے مسلسل خون گراتی رہیں اور شرک کے

طوفان کم ہوتے رہے۔ نگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے ان غریبوں اور غلاموں کو خاک سے اٹھا کر افلاک پر پہنچادیا۔ جو بھی دامنِ رحمت سے وابستہ ہوا ہدایت کا ستارہ بن کر ابھرا۔ عرب کے صحراؤں میں اونٹ چرانے والے بدوؤں نے نگاہِ نبوت سے کچھ ایسا فیض پایا کہ دنیا کی امامت وامارت ان کے قدموں میں آپڑی اور خداوند قدوس کے دربارِ عالی میں وہ فاقہ کش اور خاک نشیں رضی اللہ عنہم ورضوانہ کا مصداق بنے۔

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسا باب ہے جو قیامت تک مکمل نہیں ہوسکتا۔ رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کو سمجھنے کے لیے اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم کی سیرت کا ادراک نہایت ضروری ہے۔ ذرا اُن پاکباز ہستیوں کی زندگی پر نگاہ ڈالیں تو اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم صفاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پرتو نظر آتے ہیں۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زندگی صداقتِ نبوی کا مظہر ہے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی زندگی عدالتِ نبوی کا عکس ہے۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی زندگی میں حیاء وسخاوتِ نبوی جلوہ افروز ہے۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زندگی شجاعتِ نبوی کا بے مثال نمونہ ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی زندگی علومِ نبوی سے مستنیر ہے۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی زندگی حلم واخلاقِ نبوی کا پیکر ہے۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی زندگی غیرتِ نبوی کی مظہر ہے اور سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی زندگی میں دانش وسیاستِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی جھلک نمایاں ہے۔ جس بے مثال ہستی کی تعریف میں خود خالقِ ارض وسماء رطب اللسان ہو، انسان کے بس میں کہاں کہ وجۂ تخلیقِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بیان کرسکے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ شاہِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم چلتا پھرتا قرآن تھے یعنی...... بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔

آفتابِ رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) تریسٹھ برس کے بعد غروب ہوگیا۔ لیکن اس کی روشنی سے آج بھی دنیا میں اجالا ہے اور قیامت تک اس کے نور سے دوجہاں منور رہیں گے۔ ایک عالم گواہ ہے کہ نبی الامّی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت سے ذرے آفتاب بن گئے۔ وہ رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم جو ماں کے پیٹ سے یتیم پیدا ہوئے اور بے کسی کے عالم میں وطن سے نکال دیا گیا، آج وہ دوجہاں کے والی اور پوری انسانیت کی عقیدتوں کا مرجع ہیں۔ جن کے گھر میں کھجور کی چٹائی اور دوسیر جَو کے سوا کچھ نہ ہوتا تھا۔ جنھوں نے ایمان والوں کو سونے چاندی اور ہیرے جواہرات کے خزانوں سے بے نیاز کردیا۔ آؤ ذرا دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے دوجہاں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا جائزہ لیں کہ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا جائیداد چھوڑی؟ کونہ کونہ چھان مارنے کے بعد سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سرمایہ کچھ نہ نکلا۔ سارے عرب کے بلاشرکت حکمران کا اثاثہ قرآن وسنت، ڈیڑھ لاکھ صحابہ اور چند ہتھیاروں کے سوا کچھ نہ تھا۔

ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے مشعلِ ہدایت ہے اور ہر مسلمان کا فرض ہے کہ تعمیرِ انسانیت کے لیے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں اپنی زندگی وقف کردے۔

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ صَلُّوْ عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْ تَسْلِیْمًاo اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ الْاُمِّیِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًاo